افتتاحی تقریر جلسہ سالانہ ۱۹۳۰ء

از

سیدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد
خلیفۃ المسیح الثانی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

افتتاحی تقریر جلسہ سالانہ ۱۹۳۰ء

(فرمودہ ۲۶ دسمبر ۱۹۳۰ء)

تشہّد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

اللہ تعالیٰ کا فضل اور احسان ہے کہ اس نے اسلام جیسا مذہب ہمیں عطا فرمایا اور قرآن جیسی کتاب ہمیں بخشی۔ یہ وہ نعمت اور وہ خزانہ ہے جس کی نسبت وہی اَصْدَقُ الصَّادِقِیْنَ خود فرماتا ہے اگر سب جنّ و انس بھی جمع ہو جائیں تب بھی اس قسم کا خزانہ تیار نہیں کر سکتے۔[1]

معمولی انسانوں کی بنی ہوئی چیزیں دنیا میں بہت قیمت پاتی ہیں۔ ایک مصوّر چند رنگ جمع کر دیتا ہے جو قدرتی نظاروں کی خوبصورتی ظاہر کرتے ہیں۔ وہ خالق نہیں بلکہ وہ نقّال ہوتا ہے مگر اس کی نقلیں بھی اچھی بنی ہوئی تیس چالیس لاکھ کو بِک جاتی ہیں۔ ایک انسان جو تصویر بناتا ہے اس میں کچھ گھاس کے تنکے ہوتے ہیں، کچھ درخت ہوتے ہیں، کہیں کسی ندی کے بہنے کا نظارہ دکھایا جاتا ہے، کہیں پہاڑ کی چوٹیاں برف سے ڈھکی ہوئی دکھائی جاتی ہیں گویا خدا تعالیٰ کی پیدائش کے وہ حصے جو ہماری آنکھوں کے سامنے ہوتے ہیں ان کا بھی اس تصویر میں کروڑواں حصہ بھی نہیں ہوتا۔ پھر نہ ان پہاڑوں کی برف ہمیں پانی پہنچاتی ہے، نہ ان پہاڑوں کی چوٹیاں ہمارے لئے گرمی سے بچنے کے لئے سرد مقامات پیش کرتی ہیں۔ نہ وہ سبزہ اس قابل ہوتا ہے کہ اس سے پھول پھل پیدا ہو سکیں یا کسی قسم کا غلہ اس سے حاصل کیا جاسکے وہ خدا تعالیٰ کی مخلوق کے ایک نہایت قلیل حصہ کی نقل اور تصویر یا نظارہ ہوتا ہے مگر وہ جتنا اصل نظارہ کے قریب ہوتا جاتا ہے اتنی ہی اس کی قیمت بڑھتی جاتی ہے یہاں تک کہ میں نے بتایا ہے کہ بعض تصاویر تیس تیس لاکھ روپیہ کو بِک جاتی ہیں۔ لیکن انسانی صنعت جو محض نقل ہوتی ہے اور ایک

نہایت ہی قلیل حصہ کی نقل ہوتی ہے وہ اگر اتنی قیمت پاتی ہے تو وہ چیز جس کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر تمام جنّ اور اِنس مل کر بھی کوشش کریں تو اس کے مقابلہ کی چیز پیدا نہیں کر سکتے بلکہ اس کے مقابلہ کی پیدا کرنا تو الگ رہا اس کے کسی حصہ کی نقل بھی نہیں کر سکتے۔ وہ کس قدر قیمتی ہو سکتی ہے۔ مثل کے معنی تصویر کے ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے روحانی سلسلہ جسمانی سلسلہ سے اعلیٰ ہے۔ تم جسمانی چیزوں کی تصویر کھینچ سکتے ہو مگر یہ ہم روحانی چیز پیش کرتے ہیں تمام کے تمام مل جاؤ اور اس کی تصویر بناؤ۔ اصل کے مطابق بنانا تو تمہارے لئے جسمانی سلسلہ میں بھی ممکن نہیں ہے تم نقل ہی کر سکتے ہو مگر تم اس کی نقل بھی نہیں کر سکتے [۲]۔ تو یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس نے ہمیں اسلام جیسا مذہب اور قرآن جیسی کتاب عطا کی۔ اس پر مزید فضل یہ ہوا کہ ہمارے گناہوں، ہماری شامت اعمال، ہماری غفلتوں اور ہماری خطاؤں کی وجہ سے جب یہ پاک کلام دنیا سے اُٹھ گیا تو اس نے پھر عطا کیا۔ وہ کلام جس کے متعلق کہا گیا تھا کہ جنّ و اِنس مل کر بھی اس کے کسی حصے کی تصویر اور نقل پیش نہیں کر سکتے۔ اس میں مسلمان کہلانے والوں اور مسلمانوں کے گھروں میں پیدا ہونے والوں کو ہزاروں عیب دکھائی دینے لگے۔ اور وہ لوگ اچھے اور قابل مسلمان سمجھے جانے لگے جو قرآن کے متعلق اچھی معذرت پیش کر سکیں۔

سر سید احمد صاحب علی گڑھ کالج کے بانی جن کی تعلیمی کوششوں کی ہم قدر کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ انہوں نے مسلمانوں کی ایک حد تک خدمت کی ان کی مذہبی لحاظ سے پوزیشن یہی تھی کہ وہ قرآن کی طرف سے معذرت پیش کرنے میں قابل سمجھے جاتے اور ان کی معذرت یہی ہوتی کہ وہ کہتے قرآن میں پرانے زمانہ کی باتیں ہیں۔ اور ایسے لوگوں کو مخاطب کر کے کی گئی ہیں جو جاہل تھے۔ اہل یورپ کو ان کا کوئی خیال نہیں کرنا چاہئے۔ اسی طرح سید امیر علی صاحب مسلمانوں کے دوسرے مشہور لیڈر تھے۔ ان کے متعلق بھی یہی بات کہی جاتی کہ وہ اسلام کی طرف سے بہت اچھی معذرت پیش کرتے ہیں۔ مثلاً قرآن کریم میں جہاں ملائکہ کا لفظ آیا اس کے متعلق انہوں نے کہہ دیا کہ یورپ کے لوگوں کو اس سے گھبرانا نہیں چاہئے پہلے زمانہ کے لوگ اس قسم کی مخلوق مانا ہی کرتے تھے انہی کے خیالات کو مدّ نظر رکھ کر قرآن میں یہ ذکر آگیا ہے۔ اسی طرح پردہ وغیرہ کے متعلق کہتے کہ یہ اس زمانے کے لئے تھا جب کہ تہذیب نے اتنی ترقی نہ کی تھی۔

غرض اسلام کے بہترین خادم بلکہ محسن وہ لوگ سمجھے جاتے تھے جو قرآن کریم کی خیالی غلطیوں اور وہمی تقصیروں کا ازالہ اپنی باتوں سے کرتے تھے۔ اس ماحول اور ایسی حالت میں خدا تعالیٰ نے ایک نبی بھیجا جس نے قرآن کریم کو اس کی اصل شکل میں پیش کیا اور بتا دیا کہ جہاں چاہو اسے لے جاؤ کوئی نہیں جو اس کا مقابلہ کر سکے اور اس کے ایک لفظ کو بھی غلط ثابت کرنے کی جرأت رکھے۔ یہ تو ایک بم ہے کہ باطل کی جتنی بھی بڑی سے بڑی عمارت پر اسے گراؤ اسے پاش پاش کر دے گا۔ اس کی طرف سے کسی قسم کی معذرت کرنے کی ضرورت نہیں۔ معذرت تو بیمار اور ناکارہ کی طرف سے کی جاتی ہے مگر وہ کلام جو دنیا کے لئے ہدایت لے کر آیا اس کی طرف سے معذرت پیش کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ وہ تو خدا تعالیٰ کے نور اور اس کی برکتوں کا مجموعہ ہے۔ اس کے سامنے دنیا کو ضرورت ہے کہ معذرت پیش کرے جو ظلمت اور گمراہی میں پڑی ہوئی ہے۔ پھر اس کے سامنے دوسری مذہبی کتابوں کو ہاتھ جوڑنے چاہئیں اور کہنا چاہئے اب ہماری زیادہ پردہ دری نہ کی جائے۔ پس اس کلام کا تو یہ مرتبہ ہے کہ دنیا کے ہر ملک اور ہر قوم کے انسان آتے اور کہتے ہم جہالت میں مبتلا ہیں تم خدا تعالیٰ کا کلام ہو ہماری دستگیری کرو اور ہمیں ظلمت کے گڑھے سے نکالو۔ قرآن کو کسی قسم کی معذرت پیش کرنے کی کیا ضرورت ہو سکتی ہے اس کا تو ایک ایک لفظ عقل، نقل، تاریخ، جغرافیہ، سائنس غرض دنیا کے ہر علم سے درست ثابت ہوتا ہے۔

غرض خدا تعالیٰ کا ہم پر یہ فضل ہوا کہ اس نے ہمارے زمانہ میں ایک ایسا انسان بھیجا جو دوبارہ دنیا میں قرآن لایا پھر اس کا ایک فضل یہ ہوا کہ ہم لوگ جو علم کے لحاظ سے، عقل کے لحاظ سے، تجربہ کے لحاظ سے، ظاہری سامانوں کے لحاظ سے دنیا میں نہایت ہی کمزور ہیں بلکہ بغیر مبالغہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ اگر اس چیز کو ہم سے جُدا کر دیا جائے جو خدا تعالیٰ کے مأمور نے ہمیں عطا کی ہے تو ہم دنیا میں بدترین خلائق کہلانے کے مستحق ہیں۔ مگر باوجود اس کے کہ ہم بدترین خلائق ہیں اور انہی لوگوں میں سے ہیں جنہیں آج کل کی متمدن کہلانے والی قومیں جاہل، وحشی اور بدتہذیب کہتی ہیں ہم میں سے ہی خدا تعالیٰ نے ایسے آدمیوں کو چُنا جنہوں نے مہذّب کہلانے والی اقوام کو ہدایت، علم و عرفان دیا اور مہذّب قومیں ہماری باتوں کے آگے سرِتسلیم خم کر رہی ہیں۔ وہ قومیں جو ہمیں غیر مہذب کہتی تھیں اور اب بھی دوسروں کو غیر مہذّب اور وحشی ہی کہتی ہیں وہ خواہش کرتی ہیں کہ ہم سے تہذیب اور روحانیت سیکھیں اور

ہم ان کے لئے علماء بھیجیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا محض فضل اور رحمت ہے۔ ہماری کوئی قربانی، کوئی ایثار، کوئی اخلاص اس کا بدلہ نہیں ہو سکتا۔ یہ خدا تعالیٰ کی رحمانیت کے ماتحت ہے شروع میں بھی اور آخر میں بھی۔ نہ ابتداء میں ہمارا کوئی عمل اس فضل کے نازل ہونے کا باعث ہوا اور نہ کوئی انتہائی عمل اس کا بدلہ ہو سکتا ہے۔ ان حالات میں آؤ ہم خدا تعالیٰ کے آگے جھکیں اور جہاں سے بے مانگے اتنا کچھ ملا ہے وہاں سے مانگ کر دیکھیں کہ کتنا ملتا ہے۔ آؤ ہم سب مل کر دعا کریں کہ جس طرح خدا تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے ہمیں اس کام کے لئے چُنا ہے، اسی طرح اس کے کرنے کی ہمت اور طاقت بھی عطا کرے اور توفیق بخشے۔ ہمارے کاموں میں برکت دے کیونکہ جب تک خدا تعالیٰ آسمان پر نہ چاہے زمین میں اس کے فرشتے لوگوں کے قلوب نہیں کھولتے۔ ہم لوگوں کے کانوں تک خدا اور اس کے رسول کا کلام پہنچا سکتے ہیں مگر دلوں تک نہیں پہنچا سکتے۔ حالانکہ ہمارا فرض یہ ہے کہ لوگوں کے قلوب تک پہنچائیں۔ یہ خدا تعالیٰ ہی کر سکتا ہے اور اس کی مدد اور تائید سے ہی ایسا ہو سکتا ہے۔ پس پیشتر اس کے کہ جلسہ شروع ہو میں احباب سے درخواست کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ ہمارے اعمال اور اقوال میں برکت دے، ہمیں اپنے فضل کے سایہ کے نیچے رکھے، فرشتے آسمان سے ہماری تائید اور نصرت کے لئے نازل کرے، ہم کمزور ہیں ہمیں طاقت عطا کرے، ہم ضعیف ہیں ہمیں توانائی بخشے ہم جاہل ہیں ہمیں علم دے، ہم بے عمل ہیں ہمیں اعمال حسنہ کی توفیق دے، ہم دنیا کے مقابلہ میں نہتے ہیں وہ ہمیں کامیابی کے سامان عطا کرے تاکہ ہم اس عظیم الشان جنگ میں کامیاب ہوں جس کے لئے خدا تعالیٰ نے ہمیں کھڑا کیا ہے۔ دنیا اس وقت ناپاکی اور غفلت میں مبتلا ہے، جہالت اور ظلمت کے گڑھے میں گری ہوئی ہے، شیطان اپنی ساری فوجوں کے ساتھ مقابلہ میں کھڑا ہے، ہم باوجود نہایت کمزوری اور ناتوانی کے اس کے مقابلہ کے لئے منتخب کئے گئے ہیں خدا تعالیٰ اپنا خاص فضل نازل کرے تب ہی ہم کامیاب ہو سکتے ہیں۔ ہمیں اپنے فضل سے خدا تعالیٰ ایسی کامیابی عطا کرے کہ دنیا ہماری کمزوری اور ناتوانی کو دیکھتی ہوئی پکار اٹھے کہ یہ کسی انسان کا کام نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کا ہی ہے اور اسی نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دنیا کی اصلاح اور بہتری کے لئے بھیجا۔

دعا سے پہلے میں ایک اور بات بیان کرنا چاہتا ہوں۔ یہ اجتماع کا موقع ہے اور اس پر اس بات کا بیان کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق

خدا تعالیٰ کا الہام ہے لَا نُبْقِیْ لَکَ مِنَ الْمُخْزِیَاتِ ذِکْرًا [۳] کہ ہم تیرے لئے رسوائی والی کوئی بات باقی نہ چھوڑیں گے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر مخالفین کی طرف سے ایک بہت بڑا اعتراض یہ کیا جاتا تھا کہ آپ کا ایک بیٹا آپ کے سلسلہ میں شامل نہیں۔ مخالف کہتے اگر مرزا صاحب سچے ہوتے تو ان کا اپنا بیٹا کیوں نہ انہیں مانتا۔ اگرچہ یہ کوئی ایسا اعتراض نہیں جس سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت پر حرف آ سکتا۔ حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے نے بھی ان کو نہ مانا تھا اس سے حضرت نوح علیہ السلام کی صداقت باطل نہیں قرار دی جا سکتی۔ پس مخالفین کا یہ اعتراض محض جہالت اور نادانی کی وجہ سے تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے اسے بھی دور کر دیا اور ایسے لوگوں کا منہ بند کر دیا چنانچہ کل مرزا سلطان احمد صاحب میری بیعت کر کے جماعت احمدیہ میں داخل ہو گئے اور اس طرح بھی دشمن کا منہ بند ہو گیا۔ اب کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کوئی بیٹا آپ کی جماعت میں داخل نہیں اب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ساری کی ساری اولاد احمدیت میں داخل ہو گئی ہے۔

(اس پر تمام مجمع نے نہایت بلند آواز سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے حضور مبارکباد پیش کی۔ اور حضور نے "خیر مبارک" کہا)

ایک بات کا ذکر کرنا مَیں اپنی تقریر میں بھول گیا تھا اور وہ یہ کہ پچھلے ہفتہ دو دفعہ میں نے دو رؤیا دیکھے ہیں۔ جن میں ایسے نظارے دکھائے گئے جو مخفی ابتلاء کا پتہ دیتے ہیں۔ ایک رؤیا تو میں نے آج سے پانچ دن قبل دیکھا۔ ایک پرسوں۔ میں ان کی تشریح نہیں کرتا۔ یہ منع ہے کیونکہ منذر رؤیا کا بیان کرنا بعض اوقات اس کے پورا کرنے کا موجب ہو جاتا ہے لیکن اتنا بتا دیتا ہوں تا کہ دوستوں کی توجہ دعا کی طرف ہو کہ ایک حملہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر کیا گیا اور ایک مجھ پر۔ اللہ تعالیٰ کے فضل اور احسان سے مُبْرَم تقدیر بھی ٹل جایا کرتی ہے۔ احباب دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل اور رحم سے ہر قسم کی مشکلات دور فرمائے اور ہر قسم کے ابتلاؤں سے جماعت کو محفوظ رکھے تا کہ ہم عمدگی اور آسانی سے اس کے سلسلہ کی خدمت کر سکیں۔

(الفضل یکم جنوری ۱۹۳۱ء)

[۱، ۲] بنی اسرآءیل: ۸۹

[۳] تذکرہ صفحہ ۵۳۸۔ ایڈیشن چہارم